



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مدرسہ

**حافظ ذہبی رحمہ اللہ**

0300-5335233

**معاونین**

حافظ ندیم ظہیر  
0301-6603296

ابو جابر عبد اللہ داماد انوی  
0300-7062081

محمد صفدر حسرووی  
ابو خالد شاکر

**برائے رابطہ**

اعظم بلال  
0302-5756937

حافظ طارق مجاہد زبانی  
0345-8737752

اللَّهُ تَعَالَى أَحْسَنُ الْحَدِيثِ

**الحديث**

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 5 جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ جولائی ۲۰۰۸ء شماره: 7

اس

شمارے میں

آخرت پر ایمان  
حافظ زبیر علی فی 2

فقہ الحدیث آدھا علم ہے  
حافظ زبیر علی فی 4

توضیح الاحکام  
حافظ زبیر علی فی 10

آل دیوبند کے پچاس (۵۰) جھوٹ  
حافظ زبیر علی فی 15

اختصار علوم الحدیث (۱)  
حافظ زبیر علی فی 33

امام مالک بن انس المدنی  
حافظ زبیر علی فی 47

آمین بالجہر  
حافظ زبیر علی فی 49

**قیمت**

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

250 روپے

**خط کتابت**

**مکتبہ الحدیث**

حضر ضلع انک

**ناشر**

حافظ شیر محمد

0300-5288783

**تمام اشاعت**

**مکتبہ الحدیث**

حضر ضلع انک

حافظ زبیر علی زئی

کلمۃ الحدیث

## آخرت پر ایمان

یہ عقیدہ کہ ایک دن قیامت بپا ہوگی اور تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا، ارکانِ ایمان کا اہم ترین رکن اور اسلام کے بنیادی عقائد میں سے اہم عقیدہ ہے۔ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے ساتھ روزِ آخرت اور عالمگیر بعثت پر ایمان مربوط اور لازم و ملزوم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخَسَرُونَ ۝﴾ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال خوشنما بنا دیئے ہیں، پس وہ گمراہی میں حیران و پریشان پھر رہے ہیں۔ انھی لوگوں کے لئے بُرا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔ (النمل: ۵، ۴)

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی بعض لوگ آخرت کا انکار کرتے تھے، ان لوگوں کے بارے میں خالقِ کائنات فرماتا ہے: ﴿قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ کہہ دو! جی ہاں، میرے رب کی قسم! تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا پھر تمہارے اعمال تمہیں بتائے جائیں گے اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (التغابن: ۷)

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوَبِّلَتْنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۚ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝﴾

اور (نامہ اعمال کی) کتاب رکھ دی جائے گی تو جرم کرنے والے اس سے ڈرے ہوئے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری تباہی! یہ کیسی کتاب ہے جس میں نہ کوئی چھوٹی بات رہ گئی ہے اور نہ بڑی، اس میں سب کچھ درج ہے، اور وہ اپنے اعمال کو اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (الکہف: ۴۹)

اہل ایمان ہر وقت آخرت کو مد نظر رکھتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کی ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک سرہانا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ کے پاؤں کی طرف کیکر کے پتوں کا ڈھیر تھا اور سر کی طرف چمڑے کی ایک مشک لگی ہوئی تھی۔ جب میں نے آپ کی پشت پر چٹائی کے نشانات دیکھے تو رو پڑا۔ میں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں اور قیصر و کسریٰ مزے کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أما ترضى أن تكون لهم الدنيا ولنا الآخرة .)) کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہے؟ (صحیح بخاری: ۴۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۴۷۹، دارالسلام: ۳۶۹۱)

قارئین کرام! دنیا میں جتنے قوانین ہیں ان سے جرائم رک نہیں رہے بلکہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں مگر آخرت پر ایمان ایسا عقیدہ اور قانون ہے کہ انسان کو ہر جرم سے روک دیتا ہے۔ چور کو اگر یقین ہو کہ کل آخرت میں اسے چوری کا حساب دینا پڑے گا تو وہ پوری قوت سے اپنے آپ کو چوری سے بچائے گا اور سمجھے گا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مادر پدر آزاد، شتر بے مہار اور آخرت کے خوف سے بے پروا پیدا کیا گیا ہے تو وہ آگاہ رہے کہ ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث (بے فائدہ) پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہ لائے جاؤ گے؟ (المومنون: ۱۱۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ہم نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیل کود کا سامان نہیں بنایا، ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (الدخان: ۳۸، ۳۹)

بھائیو! دنیا کی یہ زندگی عارضی ہے اور آخرت کا ابدی دن آنے والا ہے۔ جان لیں کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یہاں جو بوئیں گے وہاں وہی کاٹیں گے۔ سوچیں! ہم نے آخرت کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ یاد رکھیں! دنیا کی یہ زندگی آخری موقع ہے، دوبارہ ایسا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ آخرت کا دروازہ موت کی صورت میں مسلسل لوگوں کو نکل رہا ہے، پھر بھی اکثر لوگ آخرت سے غافل ہیں۔ !!

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

## فقہ الحدیث آدھا علم ہے

(۱۴۷) وعن رافع بن خديج قال: قدم نبي الله ﷺ وهم يؤبّرون النخل فقال: (( ما تصنعون ؟ )) قالوا: كنا نصنعه . قال: (( لعلكم لولم تفعلوا كان خيرا . )) فتركوه فنقصت . قال: فذكروا ذلك له فقال: (( إنما أنا بشر، إذا أمرتكم بشيء من أمر دينكم فخذوا به وإذا أمرتكم بشيء من رأيي فإنما أنا بشر . )) رواه مسلم .

(سیدنا) رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ (مدینہ طیبہ) تشریف لائے اور لوگ کھجور کے درختوں کی پیوند کاری کرتے تھے، آپ (ﷺ) نے پوچھا: تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم اسی طرح کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو! لوگوں نے پیوند کاری چھوڑ دی تو اس سال (کھجور کی) فصل تھوڑی ہوئی۔ لوگوں نے جب آپ (ﷺ) سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں تو ایک بشر ہوں، اگر میں تمہیں دین کا کوئی حکم دوں تو اسے لے لو اور اگر اپنی رائے سے کوئی بات کروں تو میں ایک بشر ہوں۔ اسے مسلم (۲۳۶۲/۴۰) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

① رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں بلکہ صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے اور یہ اس کی صفتِ خاصہ ہے۔

② دین میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے لہذا ثابت ہوا کہ حدیثِ حجت ہے۔  
③ جب رسول اللہ ﷺ کی رائے اور اجتہاد پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں تو کسی عام مجتہد یا بڑے عالم کے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا کس طرح لازم و ضروری ہو سکتا ہے؟  
④ تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔

- ⑤ بعض دنیاوی علوم کا معلوم نہ ہونا علوشان کے منافی نہیں ہے۔  
⑥ دنیاوی امور میں لوگوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں بشرطیکہ ان کا عمل کسی دینی حکم کے مخالف نہ ہو۔

④ سیدہ عائشہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
(( أنتم أعلم بأمور دنياکم )) تم دنیاوی امور زیادہ جانتے ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۳۶۳، دارالسلام: ۶۱۲۸)

- ⑧ اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے لہذا کسی مجتہد کی اطاعت واجب نہیں ہے۔  
⑨ رسول اللہ ﷺ ہدایت کا نور ہونے کے باوجود بشر ہیں۔  
⑩ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ہیں ورنہ پھر مدینہ تشریف لانے کا کیا مطلب ہے؟  
①۴۸) وعن أبي موسى قال قال رسول الله ﷺ: (( إنما مثلي ومثل ما بعثني الله به كمثل رجل أتى قومًا فقال: يا قوم! إني رأيت الجيش بعيني و إني أنا النذير العريان! فالنجاء النجاء . فأطاعه طائفةٌ من قومه فأدلجوا فانطلقوا على مهلبهم فنجوا و كذبت طائفةٌ منهم فأصبحوا مكانهم فصبّحهم الجيش فأهلكهم واجتاحهم . فذلك مثل من أطاعني فاتبع ما جئت به ومن عصاني و كذب ما جئت به من الحق . )) متفق عليه .

(سیدنا) ابو موسیٰ (عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور اللہ نے جو دین مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک قوم کے پاس آکر کہتا ہے: اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے (جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے) میں واضح ڈرانے والا ہوں، بچ جاؤ بچ جاؤ۔ اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مانی، وہ راتوں رات نکل کر اپنے محفوظ ٹھکانوں پر پہنچ گئے تو (دشمنوں سے) بچ گئے۔ ایک گروہ نے اسے جھوٹا سمجھا اور اپنے گھروں میں رات گزاری تو صبح کو وہ لشکر پہنچ گیا جس نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ یہ مثال ان کی ہے جنہوں



نے میری اطاعت کی اور میرے لئے ہوئے دین پر عمل کیا (تو وہ نجات پا گئے) اور جنہوں نے میری نافرمانی کی اور میرے لئے ہوئے دین حق کو جھوٹا سمجھا (تو وہ تباہ ہو گئے۔) متفق علیہ (صحیح بخاری: ۷۲۸۳، صحیح مسلم: ۱۶/۲۲۸۳)

فقہ الحدیث:

- ① رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔
- ② سچے راوی کی بیان کردہ خبر واحد حجت ہے۔
- ③ تبلیغ دین کے لئے مثالیں بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان مثالوں سے کسی دینی حکم کی مخالفت نہ ہو۔

④ قرآن وحدیث پر عمل نہ کرنے والے لوگ آسمانی عدالت اور اُخروی زندگی میں تباہ و برباد ہوں گے اور (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) عذاب میں رہیں گے۔

۱۴۹) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: (( مثلي كمثل رجل استوقد ناراً فلما أضاءت ما حولها جعل الفراش و هذه الدواب التي تقع في النار يقعن فيها وجعل يحجز هن و يغلبنه فينقمن فيها فأنا آخذ بحجزكم عن النار و أنتم تقحمون فيها . )) هذه رواية البخاري ولمسلم نحوها وقال في آخرها: قال: ((فذلك مثلي و مثلكم، أنا آخذ بحجزكم عن النار: هلم عن النار! هلم عن النار! فتغلبوني . تقحمون فيها . )) متفق عليه.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس کے ارد گرد روشنی ہو گئی تو پتنگے وغیرہ جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنے لگے۔ وہ آدمی انھیں دور ہٹانے لگا لیکن وہ اس پر غالب آکر آگ میں زبردستی گرنے لگے۔ میں تمہیں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹا رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں زبردستی گرتے جا رہے ہو۔

یہ (صحیح) بخاری (۶۴۸۳) کی روایت ہے اور (صحیح) مسلم (۱۸/۲۲۸۴) میں اسی طرح

روایت ہے جس کے آخر میں آیا ہے کہ یہ میری اور تمہاری مثال ہے۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹا رہا ہوں۔ آگ سے پرے ہٹ جاؤ، آگ سے پرے ہٹ جاؤ! مگر تم زبردستی اس میں گر رہے ہو۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۶۴۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۸۴/۱۷) فقہ الحدیث:

- ① رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔
- ② صرف دین اسلام پر عمل کرنے میں ہی پوری انسانیت کی نجات ہے۔
- ③ مناسب مثالوں کے ذریعے سے اپنی بات سمجھانا جائز ہے۔
- ④ تقدراوی کی زیادت (روایت میں اضافہ) حجت ہے۔
- ⑤ اگر ایک صحیح روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہوں اور دوسری روایت میں وہ الفاظ موجود نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، اضافے کا ہی اعتبار کرنا چاہئے۔
- ⑥ حدیث حجت ہے۔
- ⑦ خبر واحد حجت ہے۔

۱۵۰) وعن أبي موسى قال قال رسول الله ﷺ: (( مثل ما بعثني الله به من الهدى والعلم كمثل الغيث الكثير أصاب أرضاً فكانت منها طائفة طيبة قبلت الماء فأنبتت الكلاً والعشب الكثير وكانت منها أجادب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا وأصاب منها طائفة أخرى إنما هي قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ فذلك مثل من فقه في دين الله و نفعه ما بعثني الله به فعلم و علم ومثل من لم يرفع بذلك رأساً ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت به .)) متفق عليه .

(سیدنا) ابو موسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس زیادہ بارش کی طرح ہے جو کسی زمین پر برستی ہے تو زمین کا ایک اچھا ٹکڑا اس پانی کو جذب کر لیتا ہے پھر اس میں بہت سی گھاس



اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ زمین کے بعض ٹکڑے سخت ہوتے ہیں جو پانی کو جمع کر لیتے ہیں پھر اللہ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لوگ اسے پیتے اور پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ زمین کا ایک حصہ چٹیل میدان کی طرح ہوتا ہے جو نہ پانی روکتا ہے اور نہ اس میں کوئی سبزہ اُگتا ہے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جسے اللہ نے دین میں تفقہ دیا اور جو دین میں لایا ہوں اُس سے نفع پہنچایا تو اس آدمی نے علم سیکھا اور علم سکھایا۔ اور دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے دین پر کوئی توجہ نہ دی اور اللہ نے جو ہدایت دے کر مجھے بھیجا ہے اسے قبول نہ کیا۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۷۹، صحیح مسلم: ۲۲۸۲/۱۵)

فقہ الحديث:

① دو قسم کے لوگ فائدے میں ہیں: قرآن و حدیث کو یاد کر کے اس کی تعلیم دینے والے اور قرآن و حدیث کے تفقہ (سوجھ بوجھ) کے ذریعے سے دین اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے۔

② صحیح العقیدہ عالم کو عام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے بشرطیکہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والا ہو، ریاکار اور لالچی نہ ہو۔

③ مسلمان بھائیوں سے تعاون کرنا اور ان کے کام آنا اہل ایمان کی نشانی ہے۔

④ تفقہ سے مراد فہم سلف صالحین کی روشنی میں قرآن، حدیث اور اجماع پر عمل ہے۔ کتاب و سنت کی مخالفت کرنے والے بعض اہل الرائے اپنے آپ کو فقیہ سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ فقہ و تفقہ سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔

امام بخاری کے استاذ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”التفقه فی معانی الحديث نصف العلم ، ومعرفة الرجال نصف العلم“

حدیث کے مفہوم کا تفقہ آدھا علم ہے اور اسماء الرجال کی پہچان آدھا علم ہے۔

(المحدث الفاضل بین الراوی والواعی ص ۳۲ ح ۲۲۲ وسندہ صحیح)

ولید بن حماد اللؤلؤی نامی ایک فقیہ گزرے ہیں جنہیں حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات

(۲۲۶/۹) میں ذکر کیا ہے۔ ان کے بارے میں ابو جعفر محمد بن عبید بن عتبہ الکوفی (ثقة صدوق) فرماتے ہیں: ”وَكَانَ مِنَ الْبُكَائِينَ ، ثَقَّةٌ فَقِيهٌ ، لَا يَفْتِي بِالرَّأْيِ“ وہ کثرت سے رونے والوں میں سے تھے، ثقہ فقیہ تھے، رائے سے فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ (صحیح ابی عوانہ ج ۱ ص ۱۲۹، وسندہ صحیح)

افسوس ہے ان لوگوں پر جو کتاب وسنت کا علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قرآن و حدیث کے خلاف رائے پر فتوے دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ”فقہ“ سمجھے بیٹھے ہیں! ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان (( رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي )) اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے، پڑھتے تھے۔ (سنن ابی داود: ۸۷۴، سنن النسائی: ۱۰۷۰، سنن ابی داود الطیالسی: ۴۱۶، وسندہ صحیح)

تنبیہ: نبی کریم ﷺ گناہوں سے بالکل پاک اور معصوم ہیں۔ آپ یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے پڑھتے تھے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میرے اور گناہوں کے درمیان پردہ ڈال دے۔ (دیکھئے میری کتاب الاتحاف بالاسم فی تحقیق موطا امام مالک روایہ عبدالرحمن بن القاسم ج ۳ ص ۲۸۳) جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی امام کھول تابعی رحمہ اللہ دو سجدوں کے درمیان ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْزُقْنِيْ“ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے مضبوط کر دے اور مجھے رزق عطا فرما، پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ جدیدہ محققہ ج ۲ ص ۵۳۲ ح ۸۹۲۲، وسندہ صحیح)

اس کے برعکس محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کی طرف منسوب کتاب ”الجامع الصغیر“ میں لکھا ہوا ہے: ”وَكَذَلِكَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ يَسْكُتُ“

اور اسی طرح دو سجدوں کے درمیان خاموش رہے گا۔ (ص ۸۸)

اس پر حاشیے میں عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ”هَذَا مُخَالَفٌ لِمَا جَاءَ فِي الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ ...“ جو صحیح احادیث میں آیا ہے یہ اس کے مخالف ہے۔ !

(شرح الجامع الصغیر ص ۸۸)

حافظ زبیر علی زئی

## توضیح الاحکام

### غیر قبیلے میں شادی اور میاں بیوی کا اختلاف

سوال: محترم حافظ صاحب صورت احوال کچھ یوں ہے کہ میرے ایک دوست انگلینڈ میں ہوتے ہیں۔ کافی عرصہ پہلے اُن کی شادی، غیر برادری میں ہوئی تھی۔ اُنھوں نے مجھے فون پر بتایا کہ میں کافی عرصہ سے پریشان ہوں اور آپ مجھے کسی اچھے عالم دین سے مسئلہ پوچھ کر بھیجیں تاکہ میں اپنی بیوی کو بتاؤں اور ہو سکتا ہے کہ میری زندگی میں سکون ہو سکے۔ تو میں نے بھائی امجد سے بات کی تو اُنھوں نے آپ کا ایڈریس (پتا) دیا۔ تو اس سلسلے میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں، آپ سے گزارش ہے کہ اگر ہو سکے تو جواب کمپیوٹر پر کمپوز کر کے اور دستخط کر کے بھیجیں کیونکہ میرے دوست کی بیوی اردو زیادہ نہیں پڑھ سکتی اور کمپیوٹر کمپوزنگ ذرا واضح ہوتی ہے اس کو پڑھنے میں آسانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو اُن کا گھر آباد کرنے اور سکون مہیا کرنے کا سبب بنائے (آمین) مسئلہ یہ ہے:

- ① کیا غیر برادری میں شادی کرنا معیوب ہے؟
- ② اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھنا اور دوسرے کو گھٹیا سمجھنا اسلام کی نظر میں کیسا ہے؟
- ③ نبی ﷺ نے بیٹیوں کی شادی کبھی غیر برادری (قوم) میں کی ہے؟
- ④ میرے دوست کی بیوی کہتی ہے کہ جب سے میری تم سے شادی ہوئی ہے۔ میں نے کبھی سکون نہیں دیکھا۔ جب سے تم میری زندگی میں آئے ہو میرے سارے کام رُک گئے ہیں کوئی کام نہیں ہوتا۔ کیا کسی کی زندگی میں آنے سے ایسا ہو سکتا ہے؟ یاد رہے میرے دوست کی بیوی اخراجات میں شاہ خرچ ہے۔
- ⑤ وہ کہتی ہے کہ میں نے استخارہ کیا تھا (شادی سے پہلے) تو مجھے خون نظر آیا تھا خواب میں۔ وہ کہتی ہے میں نے کسی مولوی سے پوچھا تھا وہ کہتا تھا کہ سرخ اور سیاہ رنگ کا نظر آنا

اچھا نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس استخارے کا کیا مطلب ہے؟  
حافظ صاحب! براہ مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیں اور اگر ہو سکے تو  
ذرا جلدی جواب دے دیں میں نے یہ جواب انگلینڈ بھیجنا ہے اور ایک گزارش ہے کہ  
میرے دوست کے لئے خصوصی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اتفاق واتحاد اور سکون دے  
اور اُس کی بیوی کو ہدایت دے کر راہ حق مسلک حق کی طرف موڑ دے۔ (آمین)

(ابو احمد، میرپور)

تنبیہ: سائل کے سوال کو من وعن نقل کیا گیا ہے۔

الجواب: آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

① غیر برادری میں شادی کرنا معیوب نہیں ہے۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری  
المہاجر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری عورت سے شادی کی تھی۔

دیکھئے موطاً امام مالک (روایت عبدالرحمن بن القاسم: ۱۵۰، تحقیقی، روایت یحییٰ بن یحییٰ ۵۴۵/۲  
ح ۱۱۸۴، وهو حدیث صحیح) صحیح بخاری (۵۱۵۳) اور صحیح مسلم (۱۴۲۷/۸۱)

② صحیح العقیدہ مسلمان بھائیوں میں سے کسی کا اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسرے کو گھٹیا سمجھنا  
اسلام کی نظر میں جائز نہیں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: (( بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم . )) آدمی کے شر کے  
لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر (گھٹیا) سمجھے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۴)

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں جن کے نام مع شہروں کے نام درج ذیل ہیں:

۱: فاطمہ رضی اللہ عنہا (علی بن ابی طالب القرشی البہاشمی رضی اللہ عنہ)

۲: زینب رضی اللہ عنہا (ابوالعاص بن الربیع القرشی رضی اللہ عنہ)

۳: رقیہ رضی اللہ عنہا (سیدنا عثمان بن عفان القرشی الاموی رضی اللہ عنہ)

۴: ام کلثوم رضی اللہ عنہا (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ)

④ شادی میں ناکامی کی وجہ اگر بدشگونی اور بدفالی ہے تو یہ غلط ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

(( لا طيرة . )) کوئی بدفالی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۷۵۴، صحیح مسلم: ۲۲۲۳)  
اگر ناکامی کی وجہ فریقین (میاں بیوی) کی باہم مفاہمت (Understanding)  
اور محبت نہیں ہے تو یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔

تنبیہ: اسراف اور شاہ خرچی جائز نہیں ہے اگرچہ اس کا ارتکاب شوہر کرے یا اس کی بیوی،  
حتیٰ الوسع کفایت شعاری سے کام لینا چاہئے۔

⑤ استخارے کی وجہ سے خواب دیکھنا حدیث سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ کہنا ”مجھے خون نظر آیا  
تھا“ بے دلیل ہے۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ ”سرخ اور سیاہ رنگ کا نظر آنا اچھا نہیں ہے“  
بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ: خواب کی تعبیر کے نام سے جو کتابیں مارکیٹ میں ہیں، بے دلیل و بے ثبوت ہونے  
کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہیں مثلاً عبدالغنی النابلسی (بدعی) کی ”تعطیر الأنام فی تعبیر المنام“  
ابوالقاسم دلاوری دیوبندی تقلیدی کی ”تعبیر الرویا کلاں“ اور امام ابن سیرین رحمہ اللہ کی  
طرف منسوب جعلی کتاب ”تعبیر الرویا“ یا ”تفسیر الأعلام“

عوام کے لئے ان کتابوں سے بچنا ضروری ہے۔ دیکھئے شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن  
آل سلمان کی کتاب ”کتب حذر منها العلماء“ ج ۲ ص ۲۷۵-۲۷۶، ۲۷۷-۲۷۸، ۲۷۹-۲۸۰  
ایک اہم بات: آخر میں عرض ہے کہ بیوی پر (معروف امور میں) اپنے شوہر کی  
اطاعت فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( والذي نفس محمد بيده ! لا تؤذي  
المرأة حق ربها حتى تؤذي حق زوجها . )) إلخ

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! عورت اس وقت تک اپنے  
رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جس وقت تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر دے۔ إلخ  
(سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۳، وسندہ حسن وصحہ ابن حبان، الموارد: ۱۲۹۰، والحاکم علی شرط الشيخین ۱۷۲۴، ووافقد الذہبی)  
سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( ثلاثة لا تجاوز  
صلاحهم آذانهم .... وامرأة باتت و زوجها عليها ساحت . )) إلخ

تین آدمیوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی.... اور وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہو۔ الخ

(سنن الترمذی: ۳۶۰۰ وقال: ”حسن غریب“ وسندہ حسن وحسنہ البغوی فی شرح السنۃ ۴/۲۰۴ ج ۸۳۸)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(( لا تؤذي امرأة زوجها في الدنيا إلا قالت زوجته من الحور العين: لا تؤذيه

قاتلك الله! فإنما هو عندك دخیل، يوشك أن يفارقك إلينا. ))

جو عورت بھی اپنے (ایمان دار) شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو اس شوہر کی حوروں میں سے بیوی کہتی ہے: اسے تکلیف نہ دو، اللہ تجھے تباہ کرے! یہ تیرے پاس کچھ دنوں کا مہمان ہے، قریب ہے کہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے۔ (سنن الترمذی: ۱۱۷۴، وقال: ”حسن غریب“

قلمی نسخہ ص ۸۵ ب، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۲۲۰/۵، واسماعیل بن عیاش صرح بالسماع عندہ وصوبہ بری من التذلیس) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (( لا تصوم المرأة وبعلمها شاهد إلا بإذنه )) کوئی عورت اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر (نفلی) روزہ نہیں رکھ سکتی۔

(صحیح بخاری: ۵۱۹۲، صحیح مسلم: ۱۰۲۶)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت کو اس کے شوہر کے بارے میں فرمایا: (( فإنما هو جنتك و نارك )) وہی تیری جنت ہے اور وہی تیری جہنم ہے۔

(مسند احمد ۴/۳۳۱ ج ۱۹۰۰۳، وسندہ حسن، اسنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۶۷، وصحیح الحاکم ۲/۱۸۹، ووافقه الذہبی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے عصر حاضر میں حدیث کے مشہور عالم شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب ”آداب الزفاف“ (ص ۲۸۱-۲۹۲)

اس سلسلے میں ڈاکٹر فرحت ہاشمی کی تقریر ”الرجال قومون علی النساء“ کے موضوع پر بہت مفید ہے جو کہ کیسٹ کی صورت میں مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

معلوم ہوا کہ بیوی پر شوہر کی خدمت اور اطاعت فرض ہے۔

یاد رہے کہ شوہر پر بھی بیوی کے بہت سے حقوق ہیں جن کی ادائیگی اس پر فرض ہے۔



رسول اللہ ﷺ سے عورتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:  
( (وَأَطْعَمَهَا إِذَا طَعِمَتْ وَاكْسَاهَا إِذَا اكْتَسِيَتْ وَلَا تَقْبَحَ الْوَجْهَ وَلَا تَضْرِبَ . ))  
جب تو کھائے تو اسے بھی کھلا، جب تو پہنے تو اسے بھی پہنا اور اس کے چہرے کو برانہ کہہ اور  
نہ اسے (چہرے پر) مار۔ (سنن ابی داؤد: ۴۱۴۳، وسندہ حسن)

میرے علم میں ایسے واقعات آئے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس برٹش پاسپورٹ ہوتا  
ہے تو وہ اپنے ان ماتحتوں کو بہت تنگ کرتے ہیں جن کے پاس برٹش پاسپورٹ نہیں ہوتا۔  
گویا وہ اپنے آپ کو کوئی آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں۔ برطانیہ کی نیشنلٹی والا مرد اپنی اس بیوی کو  
تنگ کرتا ہے جس کے پاس نیشنلٹی نہیں ہوتی اور اسی طرح نیشنلٹی والی بیوی اپنے اس شوہر کو  
بے حد تنگ کرتی ہے جس کے پاس برطانوی نیشنلٹی نہیں ہوتی۔ ایسا کرنا بالکل حرام ہے۔  
سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( الْمُسْلِمُ مِنْ سَلَمِ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ . ))

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری: ۱۰)

انہی الفاظ والی روایت سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

دیکھئے صحیح مسلم (۴۱، ترقیم دار السلام: ۱۶۲) وما علينا إلا البلاغ (۸/مارچ ۲۰۰۸ء)

قبر میں منکر نکیر کا سوال و جواب اور اعادۂ روح

سوال: کیا نکیرین کے سوال و جواب اور حساب کتاب کے بعد روح پھر میت کے بدن  
سے نکال لی جاتی ہے؟ (ایک سائل)

الجواب: قبر میں منکر نکیر کے سوال جواب والی روایت حسن لذاتہ ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی  
(۱۰۷۱، وقال: ”حسن غریب“، صحیح ابن حبان: ۳۱۰۷) چونکہ قبر میں اعادۂ روح برزخی ہوتا ہے  
جس کا دنیاوی اعادے سے کوئی تعلق نہیں لہذا نکالنے یا داخل ہونے سے دنیاوی زندگی ثابت  
نہیں ہوتی اور نہ اس کی کیفیت ہمیں معلوم ہے۔ جس کا علم ہی نہیں اس کے بارے میں قیاس  
آرائیوں سے بچنا چاہیے۔ (شہادت، دسمبر ۲۰۰۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

## آل دیوبند کے پچاس (50) جھوٹ

اس مضمون میں آل دیوبند کی اپنی کتابوں سے باحوالہ ایسی پچاس عبارات پیش کی گئی ہیں جو واضح طور پر جھوٹ ہیں اور ان عبارات کا جھوٹ ہونا بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مضمون اصل میں میری کتاب اکاذیب آل دیوبند کا ایک باب ہے۔  
جھوٹ نمبر ۱: اشرف علی تھانوی دیوبندی کہتے ہیں:

”خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد۔ ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی جلسے میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے پڑ جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جائے۔ میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خان صاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ مولوی نذیر حسین تو سُن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں تشریف لائے اور فرمایا: بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو۔

میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہذا میں نے جھوٹ بولا (اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں۔ میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا۔ آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔ غرض میں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا۔ یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا نے یہ قصہ بیان فرمایا اس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔“

(ارواح ثلاثہ المعروف حکایات اولیاء ص ۳۹۰، ۳۹۱ حکایت نمبر ۳۹۱ و معارف الاکابر ص ۲۵۹، ۲۶۰)

اس حکایت کے راوی خان صاحب (امیر شاہ خان صاحب، متوطن خوجہ، مقیم مینڈھو، ضلع علیگڑھ) کے بارے میں تھانوی صاحب نے کہا: ”مرحوم و مغفور کو خدا تعالیٰ نے اس موضوع کے متعلق چند نعمتوں کا جامع بنایا تھا۔ اپنے سلسلہ کے متعدد اکابر کی خدمت و صحبت (۲) ان سب حضرات کی نظر میں مقبولیت و محبوبیت..... قوت حافظہ و احتیاط فی الروایات والتزام سند“ (تمہید شریف الذرایات ارواح ثلاثہ ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ یہ سند دیوبندی اصول کی رو سے ”صحیح لذاتہ“ ہے۔ اس ”صحیح سند“ سے ثابت ہوا کہ بانی مدرسہ دیوبند: محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ذاتی مفاد کے لئے صریح جھوٹ بولا اور اس کا اعتراف بھی کیا۔ اصول حدیث میں ”موضوع“ روایت کی ایک پہچان یہ بھی لکھی ہوئی ہے کہ ”إقرار واضعه علی نفسه، قالاً أو حالاً“ جھوٹ بولنے والا خود، اپنے قول یا زبان حال کے ساتھ جھوٹ بولنے کا اعتراف کرے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۱/۲۳۷ نو: ۲۱)

جھوٹ نمبر ۲: رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

”یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے کہ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ“

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰ مکتوب نمبر ۱۳ و فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۵، ۵۵۶ و سرائس ص ۵۵۷، ۵۵۸)

اس خط میں گنگوہی صاحب کا یہ کہنا ”وہ جو میں ہوں وہ تو ہے“ کائنات کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ دوسرے یہ کہ گنگوہی صاحب نے بذات خود اپنے ”جھوٹا“ ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البراز کہتے ہیں“

(کلیات امداد یہ رضاء القلوب ص ۳۵، ۳۶)

یہ کہنا کہ ”بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ بہت بڑے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے۔  
جھوٹ نمبر ۴: ذکر کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی  
(اللہ) ہو جائے اور فنا در فنا کے یہی معنی ہیں اس حالت کے حاصل ہو جانے پر وہ سراپا نور  
ہو جائے گا۔“ (کلیات امداد یہ رضاء القلوب ص ۱۸)

یہ کہنا کہ ذکر ہو ہو کرنے سے اللہ بن جاتا ہے، کائنات کا عظیم ترین جھوٹ اور..... ہے۔  
جھوٹ نمبر ۵: حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیاً الخ اس پر دلیل ہے“

(شائم امداد یہ ص ۳۸)

یہ کہنا کہ ”بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ“ انتہائی سیاہ ترین جھوٹ اور..... ہے۔  
تنبیہ: ”کنت کنزاً مخفیاً“ کے الفاظ نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں اور نہ آثار  
صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”لیس هذا من کلام النبی ﷺ ولا يعرف له إسناد صحيح ولا ضعيف“  
یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ اس کی صحیح یا ضعیف سند معلوم ہے۔

(احادیث القصاص لابن تیمیہ ص ۵۵ ج ۳)

جھوٹ نمبر ۶: اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

”کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ  
وجہ ہوتی تو حنفیہ، شافعیہ کی کبھی نہ بنتی، لڑائی دنگہ رہا کرتا، حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا“

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۶۲)

تھانوی صاحب یہ لکھ رہے ہیں کہ حنفیہ و شافعیہ میں ہمیشہ صلح و اتحاد رہا، جب کہ تاریخ سے یہ  
ثابت ہے کہ حنفیوں اور شافعیوں میں شدید لڑائیاں ہوئی ہیں۔ دیکھئے معجم البلدان (ج ۱)

ص ۲۰۹، اصہبان، وج ۳ ص ۱۱، ری) وتاریخ ابن اثیر (ج ۹ ص ۹۲ حوادث سنہ ۵۶۱ھ)  
جھوٹ نمبر ۷: اہل حدیث کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:  
”اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں“ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۶۲)  
اس تھانوی جھوٹ کے برعکس اہل حدیث عالم شیخ ابو الکلام ظفر عالم صاحب شیخ الحدیث  
جامعہ محمدیہ مالیکاؤں لکھتے ہیں: ”مذکورہ بیان سے معلوم ہوا ہے کہ بیک وقت چار عورتوں سے  
زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۶۶)  
جھوٹ نمبر ۸: اہل حدیث کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:  
”اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں“ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۶۲)  
تھانوی صاحب کی یہ بات کالا جھوٹ ہے۔  
جھوٹ نمبر ۹: محمود حسن دیوبندی کہتے ہیں:  
”یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْيَ  
أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ اور ظاہر ہے کہ اولوالامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم  
السلام اور کوئی ہیں سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر  
واجب الاتباع ہیں“ (ایضاح الادلہ ص ۹۷ مطبوعہ مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند ۱۳۳۰ھ)  
حالانکہ محمود حسن کی بیان کردہ یہ ”آیت“ جس میں ”وَالْيَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ کا اضافہ  
ہے، پورے قرآن مجید میں کہیں موجود نہیں ہے۔  
جھوٹ نمبر ۱۰: محمود حسن دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی کے بارے میں کہا:  
”زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُغل ہُبل شاید  
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی“  
(کلیات شیخ الہند، مرثیہ ص ۸۷)  
رشید احمد گنگوہی کو بانی اسلام کا ثانی کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔  
جھوٹ نمبر ۱۱: محمود حسن دیوبندی نے کہا:

”اور یہ کوئی نئی بات نہیں مخالفین سے جب کچھ اور نہوسہ کا تو انہوں نے رخنہ اندازی کے لئے کلام اکابر میں بہت جگہ الحاق کر دیا ہے بلکہ کلام اللہ و حدیث میں بعض آیات و جملہ فرقہ ضالہ نے الحاق کئے ہیں“ (ایضاح الادلہ ص ۱۹۱)

یہ کہنا کہ کلام اللہ (قرآن مجید) میں بعض آیات فرقہ ضالہ نے الحاق کی ہیں، سراسر جھوٹ ہے۔ مسلمانوں کے پاس اس وقت جو قرآن مجید ہے وہ سارے کا سارا اللہ کی طرف سے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ ہے اور اس میں ایک لفظ کا بھی الحاق نہیں ہے۔ جھوٹ نمبر ۱۲: حسین احمد مدنی ٹانڈوی نے کہا:

”یہ کہ اس کو عبادہ بن الصامت معنعناً ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا معنعنہ معتبر نہیں“ (توضیح الترمذی ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ: مدنی مشن بک ڈپو، مدنی نگر کلکتہ ۵۱۰)

سیدنا عبادہ بن الصامت البدری رضی اللہ عنہ کو مدلس کہنا جھوٹ بھی ہے اور صحابہ کرام کی گستاخی بھی ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۳: حسین احمد مدنی ٹانڈوی کہتے ہیں:

”کیونکہ بعض کے راوی عبادہ ہیں جو مدلس ہیں اور یہ حقیقتاً ذکر کرتے ہیں نیز معلول روایت کرتے ہیں جو ضعیف ہیں“ (توضیح الترمذی ج ۱ ص ۳۳۷)

اس کے رد کے لئے جھوٹ نمبر ۱۲ کا تبصرہ پڑھیں۔

جھوٹ نمبر ۱۴: حسین احمد ٹانڈوی نے کہا:

”امام ابوحنیفہ حضرت سلمان فارسی کی اولاد میں سے ہیں“ (تقریر ترمذی ص ۳۴)

امام ابوحنیفہ کا بلی تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۲، ۳۲۵ و سندہ صحیح)

اس بات کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے کہ آپ سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

جھوٹ نمبر ۱۵: زکریا کاندہلوی تبلیغی لکھتے ہیں:

”بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبان کی زیارت کو جاتا ہے“ (فضائل حج ص ۸۸۵/۱۱۱)



کعبہ کا بز رگوں کی زیارت کو جانا قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ یہ کالا جھوٹ ہے۔  
جھوٹ نمبر ۱۶: زکریا کا ندہلوی صاحب کہتے ہیں:  
”ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں“

(تقریر بخاری جلد سوم ص ۱۰۴)

نہ تو محدثین نے ظلم کیا ہے اور نہ طحاوی نے یہ کہیں فرمایا ہے کہ ”ہم ظلم برداشت کرتے ہیں“  
جھوٹ نمبر ۱۷: رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

”عمر بن شعیب اگرچہ فی نفسہ ثقہ ہیں مگر جب وہ عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں تو یہ  
بالا اتفاق قابل قبول نہیں، اس لئے کہ ان کو اپنے والد سے سماع حاصل نہیں بلکہ وہ کتاب سے  
نقل کرتے ہیں....“ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۵۵ و نیل المرام ص ۵۱)

لدھیانوی صاحب کے برعکس عبدالرشید نعمانی (دیوبندی) لکھتے ہیں:

”اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں“

(ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۴۱)

”ان حدیثوں“ سے مراد ”عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ“ والی حدیثیں ہیں۔

جھوٹ نمبر ۱۸: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ  
ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس کے  
بارے میں رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں:

”محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر نہیں فرمایا“

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۳۰)

عرض ہے کہ اس حدیث پر امام بخاری نے کتاب التراویح کا باب باندھا ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (مطبوعہ دار السلام الریاض ص ۳۲۲) صحیح بخاری (مطبوعہ بیت الافکار  
ص ۳۸۰) عمدة القاری للعینی (ج ۱۱ ص ۱۲۴) فتح الباری (ج ۴ ص ۲۵۰) ارشاد الساری  
للقسطلانی (ج ۳ ص ۴۲۴) نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۴۹۵، ۴۹۶)

جھوٹ نمبر ۱۹: مفتی محمود حسن گنگوہی دیوبندی نے کہا:

”ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ ہے....“

(ملفوظات فقیہ الامت جلد دوم: قسط سادس ص ۱۴)

اس کذب وافترا کے سراسر برعکس حافظ ابن جوزی نے جہمیہ کے فرقہ ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے: ”اور ملتزمہ نے باری سبحانہ و تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔“

(تلبیس ابلیس ص ۳۰، اقسام اہل البدع)

جھوٹ نمبر ۲۰: ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ غار ثور میں ایک سانپ نے سیدنا ابوبکر الصديقؓ کو ڈس لیا تھا۔ اس سانپ کے بارے میں مفتی محمود حسن گنگوہی کہتے ہیں: ”غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جس سانپ نے ڈس لیا تھا وہ سانپ نہ تھا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین سے تھا....“ (ملفوظات فقیہ الامت حصہ اول ص ۴۰)!!

جھوٹ نمبر ۲۱: اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

”اور جس وقت سماء نہ تھا نزول الی السماء اس وقت بھی تھا“

(ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۱۰۲ ملفوظ نمبر ۱۹۲)

یعنی تھانوی کے نزدیک جس وقت آسمان پیدا نہیں ہوا تھا، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا تھا۔ اس بات کی کوئی دلیل تھانوی صاحب نے قرآن و حدیث و اجماع سے بیان نہیں کی اور نہ امام ابوحنیفہ کے اجتہاد سے کوئی حوالہ پیش کیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۲: تھانوی صاحب کہتے ہیں:

”خود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ جب آپ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو فجر کی نماز میں دعائے قنوت ترک فرمادی کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ اتنے بڑے امام جلیل کے سامنے ان کی تحقیق کے خلاف عمل کرتے شرم آئی“

(ملفوظات حکیم الامت ج ۱۰ ص ۷۰ ملفوظ: ۸۸)

یہ کہنا کہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے مزار کے پاس دعائے قنوت ترک کر دی تھی کسی صحیح

و مقبول روایت سے ثابت نہیں ہے اور نہ امام شافعی کا امام ابوحنیفہ کے مزار پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۳: تھانوی صاحب اپنے بزرگ (حاجی امداد اللہ) سے نقل کرتے ہیں:  
”مجھ کو کیا معلوم فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہودوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے“ (امداد المثنوی ص ۴۱ فقرہ: ۳۲۵)  
اللہ کریم کا دوسروں کے لباس میں آکر مشکل آسان کرنا قرآن و حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۴: حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:  
”پاکستان بھی انگریزی ہاتھوں نے اپنے مفاد کے لئے بنوایا ہے اور ہر قسم کی تائید اس کے لئے کروا رہے ہیں، غور کیجئے اور حقائق پر نظر ڈالئے“ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۲۱۱ مکتوب نمبر ۸۴)  
حالانکہ مسلم لیگ نے دوقومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان بنایا تھا۔

جھوٹ نمبر ۲۵: حاجی امداد اللہ مثنوی رومی کے بارے میں کہتے ہیں:  
”مثنوی کلام الہی یعنی الہامی ہے“ (حکایات اولیاء ص ۲۰۷ حکایت: ۱۷۴)  
جلال الدین رومی (غالی صوفی) کی کتاب مثنوی کو ”کلام الہی“ اور ”الہامی“ قرار دینا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۶: حاجی امداد اللہ کہتے ہیں:  
”جب تک آدمی مجرور رہتا ہے انسان ہے اور جب شادی ہو جاتی ہے تو چار پایہ ہو گیا اور بال بچے ہو کر مکڑ بن جاتا ہے“ (قصص الاکابر ص ۱۱۸ فقرہ: ۱۱۱)

یہ کہنا کہ غیر شادی شدہ انسان ہے اور شادی شدہ چار پایہ تو یہ صریح جھوٹ ہے اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کی گستاخی بھی، کیونکہ امام ابوحنیفہ کا شادی کرنا اور آپ کی اولاد ہونا صحیح و مشہور ہے۔ امام ابوحنیفہ کو چار پایہ اور مکڑ کہنے والا انسان ان کی سخت گستاخی کا مرتکب ہے۔  
جھوٹ نمبر ۲۷: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفْلاَ تَبْصِرُوْنَ﴾

اور خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سو جھٹتا نہیں۔ (سورۃ الذاریات: ۲۱؛ تفسیر عثمانی ص ۶۹۲ ترجمہ محمود حسن)  
اس کی تشریح میں مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: ”یعنی تمہارے ظاہری و باطنی احوال مختلفہ  
بھی دلائل ہیں قیامت کے ممکن ہونے کے“ (معارف القرآن ج ۸ ص ۱۵۷)  
اس آیت کریمہ کو ذکر کرنے کے بعد حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی لکھتے ہیں:

”خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو“ (کلیات امدادی ص ۳۱)

یہ کہنا کہ ”خدا تم میں ہے“ صریح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۸: محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں“ (آب حیات ص ۳۶)

انبیاء کا ”بدستور زندہ“ ہونا نہ تو قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے۔ اس کے برعکس  
سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۴ و صحیح مسلم: ۲۲۱۳)

جھوٹ نمبر ۲۹: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا:

”مشہور قدیم اور ثقہ مؤرخ امام ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ندیم“ (التوفی ۳۸۵ھ)

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”(الکلام المفید فی اثبات التقليد ص ۲۴۳)

محمد بن اسحاق بن الندیم کا ثقہ یا صدوق ہونا محدثین کرام سے ثابت نہیں ہے بلکہ

لسان المیزان میں لکھا ہوا ہے: ”ظہر لی أنه رافضي معتزلي“

مجھ پر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ وہ رافضی معتزلی ہے۔ (ج ۵ ص ۷۲)

رافضی معتزلی اور غیر موثق کو سرفراز خان صاحب ”کا“ ”ثقہ مؤرخ“ کہنا صریح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۰: سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

”محترم! ان غالیوں کے پاس مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے لئے

صریح روایت صرف اور صرف محمد بن اسحاق کی ہے گویا یہ روایت ان کے نزدیک اول درجہ

میں ان کی دلیل ہے اور اسی پر ان کے استدلال کا مدار ہے“

(المسلك المنصور في رد الكتاب المصطور ص ۹۴)

سرفراز خان نے اہل حدیث کو غالی کہہ کر گالی دی ہے۔ اہل حدیث کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی صریح روایات اور بھی ہیں مثلاً:

”عن نافع بن محمود بن الربیع الأنصاری . . . . لا تفعلوا إلا بأمر القرآن فإنه لا صلوة لمن لم يقرأ بها“

( کتاب القراءات خلف الامام للبيهقي ص ۶۴ ج ۱۲ اذ قال: وهذا الإسناد صحيح وروايت ثقات . . . )

اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق نہیں ہیں لہذا ”صرف اور صرف“ والی بات صریح جھوٹ ہے۔

تنبیہ: نافع بن محمود رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں۔ والحمد للہ جھوٹ نمبر ۳۱: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا:

”محمد بن اسحاق کو گوتارنخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے“ (احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰ طبع: بار دوم)

پچانوے فیصدی جرح والی بات کالا جھوٹ ہے۔ اس کے مقابلے میں محمد ادریس کاندہلوی دیوبندی لکھتے ہیں: ”سیرت اور مغازی کے امام ہیں جمہور علماء نے ان کی توثیق کی ہے“ (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۶)

یعنی حنفی نے لکھا ہے: ”لأن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور“

کیونکہ ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۷۰) تنبیہ: ابن اسحاق کی احکام میں روایات کو ترمذی، دارقطنی، بیہقی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوداؤد، خطابی، منذری، حاکم، ابن القیم، ابن حجر، ابن علان اور ابن الملقن وغیرہم نے صراحتاً یا اشارتاً صحیح و حسن یا جید و مستقیم الاسناد قرار دیا ہے۔

دیکھئے توضیح الکلام (ج ۱ ص ۲۲۱ تا ۲۲۳)

یعنی وہ جمہور کے نزدیک احکام میں بھی صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں۔ والحمد للہ  
جھوٹ نمبر ۳۲: سرفراز خان صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے امام  
ابوحنیفہ کے جنازے کے بارے میں لکھا ہے:

”اور دوسری بات کرنے میں تو اثری صاحب نے بے تکلی کی حد ہی کر دی جب وہ ذرا ہوش  
میں آئیں تو ان سے کوئی پوچھے کہ کیا امام صاحبؒ کے جنازہ میں صرف احناف شریک تھے؟  
دیگر مذاہب (مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ) کے لوگ شریک نہ تھے۔ جب وہ لوگ شریک تھے  
اور ان کے نزدیک قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل  
کیا تو اس پر اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟“ (مجاز بانہ واویلا ص ۲۸۹)

عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے اور امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ میں پیدا ہوئے  
امام احمد کی پیدائش سے پہلے کون سے حنبلی حضرات تھے جو کہ امام ابوحنیفہ کا جنازہ پڑھ رہے  
تھے؟

جھوٹ نمبر ۳۳: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

”نیز غیر مقلدین کو چاہیے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ  
کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنے ملا تے ہیں نہ ٹخنے  
سے ٹخنہ ملا تے ہیں اور نہ گردن سے گردن، صرف قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں  
.....“ (حدیث اور الحمد بیٹ ص ۵۱۹)

کسی حدیث میں بھی صف بندی کے دوران میں مقتدیوں کا ایک دوسرے کی گردن سے  
گردن ملانے کا تذکرہ نہیں آیا لہذا انوار خورشید نے یہ کالاجھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۴: ابوبلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی لکھتا ہے:

”نبی کریم علیہ السلام تو ننگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ (مشکوٰۃ)“

(تحفہ اہل حدیث حصہ اول ص ۱۳)



ابو بلال کی گھڑی ہوئی یہ ”حدیث“ نہ تو مشکوٰۃ میں موجود ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں۔

جھوٹ نمبر ۳۵: ابو بلال جھنگوی لکھتا ہے:

”نماز میں اقعاء کرنا خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (ترمذی ج ۱ ص ۳۸، ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۲۳) لیکن مسلم شریف ج ۱ ص ۱۹۵ پر اسے عقبۃ الشیطان کہا گیا ہے۔

دیکھیں اپنے کئے ہوئے فعل کو عقبۃ شیطان کہا جا رہا ہے“ (تحفہ اہل حدیث ص ۱۲۱)  
اقعاء کی دو قسمیں ہیں: ”ایک یہ کہ آدمی اُتین پر بیٹھے اور اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کر لے کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آجائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لے۔ اس معنی کے لحاظ سے اقعاء باتفاق مکروہ ہے۔“ (محمد تقی عثمانی دیوبندی کی تقریر: درس ترمذی ج ۲ ص ۵۳)

اقعاء کی دوسری قسم یہ ہے کہ ”دونوں پاؤں کو پنچوں کے بل کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھا جائے“ (درس ترمذی ج ۲ ص ۵۳)

اول الذکر اقعاء کو عقبۃ الشیطان اور اقعاء الکلب کہا جاتا ہے۔ اس اقعاء کی طرح بیٹھنا ہمارے نبی سیدنا و محبوبنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً و یقیناً ثابت نہیں ہے۔

رہا دوسرا اقعاء جس میں (بیماری یا عذر کی وجہ سے) پاؤں کو پنچوں کے بل کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھا جاتا ہے۔ یہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبۃ الشیطان قطعاً نہیں کہا۔ معلوم ہوا کہ ابو بلال جھنگوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے اور گستاخی بھی کی ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۶: سنن ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ج ۹۹ وقال: هذا حديث حسن صحيح)

اس حدیث کے بارے میں محمد تقی عثمانی دیوبندی کہتے ہیں:  
”اس حدیث کی تصحیح میں امام ترمذی سے تسامح ہوا ہے، چنانچہ محدثین کا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے۔۔۔“ (درس ترمذی ج ۱ ص ۳۳۶)

حالانکہ محدث ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ ۱۹۸) اور محدث ابن حبان (موارد الظمآن: ۱۷۶) نے اپنی صحیحین میں اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن الترمذی حنفی کہتے ہیں: ”وصححه ابن حبان“ اور اس (حدیث) کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

(الجوہر النقی ج ۱ ص ۲۸۴)

جھوٹ نمبر ۳۷: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ترک رفع یدین کی ایک حدیث منسوب ہے، جس کا ضعیف ہونا راقم الحروف نے کئی دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ دیکھئے نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین (طبع دوم ص ۹۶ تا ۱۰۳ و طبع جدید ص ۱۱۵ تا ۱۲۳) میں نے لکھا ہے: ”یہ حدیث علت قاذحہ کے ساتھ معلول ہے اور سنداً اور متناً دونوں طرح سے ضعیف ہے“ (نور العینین طبع قدیم ص ۹۶ و طبع جدید ص ۱۱۵ اول اللفظ لاول)

اس کے مقابلے میں اس حدیث کے بارے میں ابوبلال تھنگوی نے لکھا ہے:

”زیر علی زئی غیر مقلد نے نور العینین میں صحیح کہا“ (تحفہ اہل حدیث حصہ دوم ص ۱۵۹)

جھوٹ نمبر ۳۸: حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی لکھتا ہے:

”محمد بن ابی لیلیٰؒ پراگرچہ بعض محدثین نے خراب حافظہ کی وجہ سے جرح کی ہے تاہم پھر بھی

جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے“ (نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۱۶۴)

محمد بن ابی لیلیٰ کے بارے میں انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں:

”فہو ضعیف عندی، کما ذهب إلیہ الجمهور“ پس وہ میرے نزدیک ضعیف

ہے جیسا کہ جمہور اسی طرف گئے ہیں۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

محمد یوسف بنوری دیوبندی بھی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو جمہور کے نزدیک ضعیف قرار

دیتے ہیں۔ (دیکھئے معارف السنن ج ۵ ص ۲۹۰)

جھوٹ نمبر ۳۹: انوار خورشید دیوبندی لکھتا ہے:

”پھر حضرت امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ دونوں بزرگ حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں“ (حدیث اور الہدایت ص ۲۳ طبع ۱۴۱۳ھ مئی ۱۹۹۳ء)

حالانکہ امام ابوحنیفہ اور امام بخاری دونوں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں تھے۔ امام ابوحنیفہ فارسی نہیں بلکہ کابلی تھے (دیکھئے دیوبندیوں کا جھوٹ نمبر [۱۴]) جبکہ امام بخاری فارسی تھے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ آپ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

تنبیہ: انوار خورشید کو جب اپنے جھوٹ کا احساس ہوا تو اس نے اپنی اسی کتاب کے طبع سادس ربیع الاول ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء والے نسخہ میں اس عبارت کو نکال کر سادہ لکیریں کھینچ دی ہیں۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۳) !!

جھوٹ نمبر ۴۰: حاجی امداد اللہ صاحب کہتے ہیں:

”منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار کیا فرمایا کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل جو آپ نے کہا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امالیٰ غزالیؒ حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ و مغفرۃ وغیرہ عرض کیا.....“ (شائم امدادی ص ۷۰)

معراج والی رات جب نبی کریم ﷺ کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، اس وقت غزالی کا حاضر ہونا قرآن وحدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ اس وقت تو غزالی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ حاجی امداد اللہ نے اس عبارت میں نبی کریم ﷺ، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور غزالی تینوں پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۴۱:

خالد بن عبداللہ القسری کے بارے میں عبدالقدوس قارن دیوبندی لکھتا ہے:

”اور یہ وہی ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن الجعد بن درہم نے اس کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کیا تھا۔ اور یہ واقعہ مشہور ہونے اور پھیل جانے کے باوجود ثابت نہیں ہے“ (ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۸۷)

واقعے کے مشہور یا ثابت ہونے سے قطع نظر، کسی ایک روایت میں بھی یہ نہیں آیا کہ

خالد القسری نے جعد بن درہم کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کیا تھا، کیا وہ اس کے چچا کا بیٹا تھا؟ روایت تو صرف یہی مروی ہے کہ خالد القسری نے جعد بن درہم کو بطور قربانی ذبح کیا تھا۔ دیکھئے تائب الخطیب (ص ۶۲) مع تحریفات الکوشی!۔  
جھوٹ نمبر ۴۲: حسین احمد مدنی ٹانڈوی لکھتے ہیں:

”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے اور بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔۔۔“

(الشہاب الثاقب ص ۴۲)

یہ سارا بیان سراسر جھوٹ ہے۔

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت اور شرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی واللہ تعالیٰ اعلم“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۶)۔  
جھوٹ نمبر ۴۳: فیض احمد ملتانی دیوبندی لکھتا ہے:

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ طَهَّرَ جَسَدَهُ كُلَّهُ  
وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْ لَمْ يُطَهَّرْ إِلَّا مَا أَصَابَهُ الْمَاءُ۔

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب بندہ وضو کرتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے تو

وہ اپنے تمام جسم کو پاک کرتا ہے اور اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو وہ صرف اس مقام کو پاک کرتا ہے جس کو پانی لگا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳، زجاجۃ المصانیح ص ۹۸ ج ۱)“  
[نماز مدلل ص ۲۵]

زجاجۃ المصانیح تو تیرہویں چودہویں صدی کے فرقہ پرستوں کی کتاب ہے۔  
مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۳۳) میں فیض احمد کی ذکر کردہ مرفوع حدیث قطعاً موجود نہیں ہے۔ صرف ابوبکر کا قول ضعیف سند سے مروی ہے۔ (دیکھئے ج ۳ ص ۱۷۷)  
بلکہ کتاب الجرح والتعديل (ج ۳ ص ۶۱) اور مصنف ابن ابی شیبہ (طبعہ جدیدہ ۱/۸۷ ج ۱) کے حاشیے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بکر (بن عبداللہ المزنی) ہے۔ واللہ اعلم  
جھوٹ نمبر ۴۴: ضعیف سند کے ساتھ امام نضر بن شمیل سے مروی ہے کہ انھوں نے  
امام ابو حنیفہ کے بارے میں فرمایا: ”متروك الحديث“  
اس قول کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب فرماتے ہیں:  
”امام نضر کا یہ قول امام ابن عدی نے الکامل ص ۲۴۷ جلد ۱ میں نقل کیا ہے مگر اس میں احمد بن حفص السعدی ضعیف صاحب مناکیر ہے“ (لسان جلد ۱ ص ۱۶۲، حاشیہ توضیح الکلام ج ۲ ص ۲۲۸)  
اثری صاحب کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے حبیب اللہ ڈیوی دیوبندی لکھتا ہے:  
”امام نضر کا یہ قول الکامل ابن عدی میں نہیں ہے۔ یہ مولانا اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔“ (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۱۰)  
حالانکہ کامل ابن عدی کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں لکھا ہوا ہے:

”ثنا أحمد بن حفص: ثنا أحمد بن سعيد الدارمي قال: سمعت النضر بن شميل يقول: كان أبو حنيفة متروك الحديث ليس بثقة“ (الکامل لابن عدی، مطبوعہ دار الفکر بیروت ج ۷ ص ۲۴۷ سطر نمبر ۶، ۷، دوسرا نسخہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ج ۸ ص ۲۳۸ سطر نمبر ۱، ۲)  
جھوٹ نمبر ۴۵: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ چار رکعتیں پڑھتے... پھر چار رکعتیں پڑھتے

... پھر وتر پڑھتے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ ح ۱۱۴۷، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ ح ۱۷۳۳، ملخصاً)  
اس حدیث کے بارے میں مفتی جمیل احمد ندیری دیوبندی لکھتا ہے:  
”اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح ایک سلام  
سے دو، دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں“ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۲۹۶)  
ہمارے علم کے مطابق حدیث مذکور کی کسی سند میں بھی چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنے کا  
کوئی ذکر نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۴۶: ابوالقاسم رفیق دلاوری (دیوبندی) کہتا ہے:  
”اور جماعت اہل حدیث کے شریذہ قلیلہ کے لئے یہ حقیقت انتہا درجہ کی ماتم انگیز ہے کہ دنیا  
کا کوئی امام، کوئی مجتہد، اور کوئی محدث آٹھ رکعت تراویح کا قائل نہیں“

(التوضیح عن رکعات التراویح ص ۲۰۷)  
دلاوری کے اس جھوٹ کے برعکس قاضی ابوبکر ابن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) تراویح کے  
بارے میں لکھتے ہیں: ”والصحيح أن يصلی إحدى عشر ركعة... إلخ“  
اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھی جائیں۔ إلخ

(عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۹ ح ۸۰۶)  
نیز دیکھئے المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی (۳۸۹/۲، ۳۹۰)  
اور ماہنامہ الحدیث حضور: ص ۳۸، ۳۹

جھوٹ نمبر ۴۷: محمد حسین نیلوی مماتی دیوبندی لکھتا ہے:  
”ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیس رکعت نماز تراویح ہی کی قائل ہیں اور وہ خود  
بھی بیس رکعت ہی پڑھا کرتی تھیں“ (فتح الرحمن فی قیام رمضان ص ۸۵)  
یہ نیلوی دعویٰ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر دروغ بے فروغ ہے۔  
جھوٹ نمبر ۴۸: مفتی محمود حسن گنگوہی کہتا ہے:

”امام طحاوی اپنی لڑکی کو املاء کراتے تھے ایک روز املاء کراتے ہوئے فرمایا جامعنا ہم یعنی ہم



نے ان سے اجماع (اتفاق) کر لیا۔ لڑکی کے چہرہ پر اس کون کر مسکراہٹ طاری ہوئی اس کا ذہن جماع کی طرف گیا۔ امام نے دیکھ لیا پھر کچھ املاء کرانے کے بعد املاء کرایا۔ جامعونا انہوں نے ہم سے اجماع کر لیا۔ لڑکی کے چہرہ پر پھر مسکراہٹ آئی۔ امام نے دیکھ لیا اس سے ان کو بیحد افسوس و ملال ہوا کہ حالات کیسے خراب ہو چلے، ماحول کا کیسا اثر ہے کہ ان الفاظ سے ذہن کسی اور طرف بھی جاتا ہے حتیٰ کہ اسی صدمہ سے ان کا انتقال ہو گیا“

(ملفوظات فقیہ الامت قسط ۷ ص ۱۰۲، جلد دوم)

یہ سارا بیان امام طحاوی اور ان کی لڑکی پر تہمت ہے جسے محمود حسن گنگوہی نے گھڑا ہے۔

جھوٹ نمبر ۴۹: زکریا کا ندہلوی دیوبندی تبلیغی لکھتے ہیں:

”ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ کئی کئی دن ایسے گزر جاتے تھے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔“ (تبلیغی نصاب ص ۳۸۴ و فضائل نماز ص ۶۸) !

جھوٹ نمبر ۵۰: فقیر اللہ دیوبندی لکھتا ہے:

”زبیر علی زئی نے امام بیہقی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو قلابہ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو محفوظ قرار دیا ہے چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں ”احتج بہ البخاری“ حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء القراءة میں عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ذکر کیا ہے عن انس کی حدیث کو ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے حجت کیسے پکڑی“ (رسالہ فاتحہ خلف الامام علی زئی کا رد ص ۱۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی فاتحہ خلف الامام والی جس حدیث کے بارے میں فقیر اللہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ ”امام بخاری نے جزء القراءة میں... ذکر ہی نہیں کیا“ جزء القراءة للبخاری (ج ۲۵۵) میں موجود ہے اور میں نے اپنے رسالے ”الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجھر یہ/ مسئلہ فاتحہ خلف الامام“ میں اسے باسند و متن نقل کیا ہے۔ (ص ۱۹، طبعہ جدیدہ ص ۴۰)

حافظ زبیر علی زئی

### اختصار علوم الحديث (قسط نمبر ۱)

[حافظ ابن کثیر کی مشہور کتاب اختصار علوم الحديث کا ترجمہ اور تحقیق]

ہمارے اُستاد امام علامہ، مفتی الاسلام قدوة العلماء شیخ محمد ثین، حافظ مفسر،  
بقیۃ السلف الصالحین، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الشافعی<sup>(۱)</sup> نے (اس  
کتاب: اختصار علوم الحديث میں) فرمایا جو کہ شام کے محفوظ علاقے میں حدیث و تفسیر کے  
اماموں کے امام ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کو وسعتیں  
عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں انھیں (ابن کثیر کو) اعلیٰ مقصد و مطلوب تک پہنچائے:  
سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو ان بندوں پر جنہیں اس (اللہ) نے چُن لیا، اما بعد:  
نبی ﷺ پر بہترین درود و سلام ہو، بے شک آپ کی حدیث کے علم پر قدیم و جدید دور میں  
جماعتِ محدثین مثلاً حاکم (نیشاپوری) اور خطیب (بغدادی) نے اور ان سے پہلے کے  
اماموں اور بعد والے حفاظِ حدیث نے پوری توجہ سے (تحقیقی) کلام کیا ہے۔

چونکہ علم حدیث تمام علوم میں اہم ترین اور نفع بخش ہے لہذا میں نے چاہا کہ اس میں ایک  
مختصر، نفع بخش، جامع اور مانع کتاب لکھوں۔

چونکہ شیخ امام علامہ ابو عمرو بن الصلاح (الشہر زوری)..... اللہ انھیں اپنی رحمت سے  
ڈھانپ لے..... کی بہترین جمع کردہ کتاب (علوم الحديث / مقدمہ ابن الصلاح) حدیث

(۱) الشافعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حافظ ابن کثیر امام شافعی کے مقلد تھے بلکہ انھیں شافعی علماء کے  
پاس پڑھنے کی وجہ سے شاگرد نے شافعی لکھ دیا ہے۔ شافعی علماء یہ اعلان کرتے تھے کہ ”ہم شافعی کے مقلد  
نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہو گئی ہے۔“ (دیکھئے تقریر و التحیر ۳/۴۵۳، تقریرات  
الرافعی ۱/۱۱، اور النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر ص ۷) حافظ ابن کثیر نے تقلید کا رد لکھا ہے۔  
دیکھئے تفسیر ابن کثیر (اردوج ص ۱۱۸) اور نور العینین (ص ۲۷)

کے طالب علموں کے نزدیک اس فن کی مشہور کتابوں میں سے ہے۔ بعض ماہر نو جوانوں نے اسے یاد بھی کیا ہے، میں ان (ابن الصلاح) کے نقش قدم پر چلا، میں نے اسے مختصر کر دیا کہ جسے انھوں نے پھیلا یا تھا، اور جو ان سے رہ گیا تھا میں نے اضافہ کر دیا۔ انھوں نے استاذِ محدثین ابو عبد اللہ الحافظ الحاکم النیسابوری کے نقش قدم پر حدیث کی پیٹھ (۶۵) اقسام ذکر کیں۔

اللہ کے فضل سے میں ان سب اقسام کو ذکر کروں گا اور اس کے ساتھ حافظ کبیر ابو بکر البیہقی کی کتاب ”المدخل إلى کتاب السنن“ سے بھی اضافہ نقل کروں گا۔ (ان شاء اللہ)  
اس کتاب (المدخل للبیہقی) کو میں نے اسی طرح مختصر کیا ہے، اس میں کوئی (فضول) کی بیشی نہیں ہے۔ اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

### حدیث کی اقسام کا بیان

(۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف (۴) مُسنَد (۵) متصل (۶) مرفوع (۷) موقوف (۸) مقطوع (۹) مرسل (۱۰) منقطع (۱۱) مُعْضَل (۱۲) مُدَلَّس (۱۳) شاذ (۱۴) مُکَرَّر (۱۵) جس کا شاہد ہو یعنی شواہد (۱۶) زیادت ثقہ (۱۷) افراد (۱۸) معلّل یعنی معلول (۱۹) مضطرب (۲۰) مُدَرَّج (۲۱) موضوع (۲۲) مقلوب (۲۳) اس کی پہچان جس کی روایت قبول کی جاتی ہے (۲۴) حدیث سننے سننے کی کیفیت اور اجازت کے حصول وغیرہ کی پہچان (۲۵) کتابت حدیث اور اس کے ضبط (یاد کرنے) کی پہچان (۲۶) روایت حدیث کی کیفیت اور اس کے بیان کی شرائط (۲۷) آداب محدث (۲۸) طالب علم کے آداب (۲۹) عالی اور نازل کی پہچان (۳۰) مشہور (۳۱) غریب (۳۲) عزیز (۳۳) غریب الحدیث اور اس کی لغت یعنی مشکل الفاظ کی تشریح (۳۴) مسلسل (۳۵) ناسخ و منسوخ (۳۶) سند و متن میں تصحیف والی روایت (۳۷) مختلف الحدیث (۳۸) المزید فی متصل الاسانید (۳۹) خفی (۴۰) معرفت صحابہ (۴۱) معرفت تابعین (۴۲) اکابر کی اصاغر سے (روایت کی)

پہچان (۴۲) مُذَبَّج اور روائتِ اقران (۴۳) بھائیوں اور بہنوں کی پہچان (۴۴) والدین کی اولاد سے روایت (۴۵) اولاد کی والدین سے روایت (۴۶) جس سے دو آدمی روایت کریں (ایک) متقدم ہو اور (دوسرا) متاخر (۴۷) جس سے صرف ایک ہی روایت کرے (۴۸) جس کے بہت سے نام اور متعدد (صفیات) ہوں (۴۹) اسماءِ مفردہ (۵۰) ناموں اور کنیتوں کی پہچان (۵۱) جو کنیت کے بجائے نام سے مشہور ہو (۵۲) معرفتِ القاب (۵۳) المؤتلف والمختلف (۵۴) المستفق والمفترق (۵۵) سابقہ دونوں قسموں سے مرگب قسم (۵۶) ایک اور قسم (۵۷) جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور (مثلاً ماں) سے منسوب ہو (۵۸) ظاہری و باطنی طور پر انساب مختلفہ کی پہچان (۵۹) مہمات کی پہچان (۶۰) وفیات کی تاریخ (۶۱) ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان (۶۲) جو لوگ اپنی آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے (۶۳) طبقات کی پہچان (۶۴) علماء اور راویوں میں سے موالی (غلاموں) کی پہچان (۶۵) راویوں کے شہروں اور علاقوں کی پہچان۔

یہ شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) کی بیان کردہ اقسام اور ترتیب ہے۔  
انھوں (ابن الصلاح) نے کہا: یہ تقسیم آخری تقسیم نہیں ہے کیونکہ اس کی لاتعداد اقسام ہو سکتی ہیں۔ راویوں کے حالات و صفات اور متونِ حدیث کے احوال و صفات کو منحصر (اور مقید) نہیں کیا جاسکتا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: ان ساری اقسام میں نظر ہے بلکہ ان انواع و اقسام کو اس طرح پھیلا دینے میں (بھی) نظر ہے کیونکہ ان اقسام کا ایک دوسرے میں مدغم کر دینا ممکن ہے اور مناسب بھی یہی تھا۔ انھوں (ابن الصلاح) نے ایک دوسرے سے متشابہ اقسام کو جدا جدا لکھا ہے جب کہ مناسب یہ تھا کہ وہ ہر قسم کو اس کے مناسب مقام پر لکھتے۔  
ہم نے اسے مناسب ترین طریقے پر مرتب کیا ہے، اختصار اور مناسبت کے لئے ہم نے بعض اقسام کو باہم مدغم کر دیا ہے۔

ہم نے جہاں ان (ابن الصلاح) سے اختلاف کیا ہے، ان شاء اللہ اس کی صراحت کر دیں گے۔

## ۱۔ پہلی قسم: صحیح

[ صحت اور ضعف کے لحاظ سے حدیث کی تقسیم <sup>(۱)</sup> ]

(ابن الصلاح نے) کہا: جان لیں! اللہ آپ کو اور مجھے علم عطا فرمائے کہ اہل حدیث کے نزدیک حدیث صحیح، حسن اور ضعیف (تین قسموں) میں منقسم ہے۔  
میں (ابن کثیر) نے کہا: اگر یہ تقسیم نفس امر کی نسبت سے ہے تو حدیث کی دو ہی قسمیں ہیں: صحیح یا ضعیف، اور اگر اصطلاح محدثین کے لحاظ سے ہے تو ان کے نزدیک حدیث کی قسمیں اس سے زیادہ ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور دوسروں نے (بھی) بیان کیا ہے۔

[ صحیح حدیث کی تعریف ]

ابن الصلاح نے کہا: صحیح حدیث اس مُسند حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند عادل و ضابط راویوں کی سند کے ساتھ آخر تک متصل ہو اور شاذ و معلول نہ ہو۔  
پھر انھوں نے اپنی اس تعریف کے فوائد بیان کئے کہ اس میں مرسل، منقطع، معضل، شاذ، جس میں علتِ قادمہ ہو اور جس کے راوی پر جرح ہو، سے احتراز کیا ہے (یہ اقسام صحیح حدیث کی تعریف سے خارج ہیں)  
انھوں نے کہا: یہ وہ حدیث ہے جس کے صحیح ہونے پر اہل حدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں (یعنی اجماع) ہے۔

وہ ان اوصاف کے وجود (وعدم وجود) اور بعض شرائط مثلاً مرسل (کے قبول) میں اختلاف رکھتے ہیں۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: صحیح حدیث کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ یا آخر تک، صحابی یا ان سے نچلے راوی تک متصل سند ہوتی ہے جسے عادل

(۱) تنبیہ: دو بریکٹوں [ کے درمیان والی یہ سرخیاں ”الباعث الحشیت“ سے وضاحت کے لئے لی گئی ہیں۔

ضابطہ راوی نے عادل ضابطہ راوی سے آخر تک بیان کیا ہوتا ہے۔ یہ شاذ، مردود اور علتِ قادحہ سے معلول نہیں ہوتی۔ یہ کبھی مشہور ہوتی ہے اور کبھی غریب ہوتی ہے۔ حفاظِ حدیث کی نظر میں اپنے اپنے محل پر مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے بعض حفاظِ حدیث نے بعض سندوں کو اصح الاسانید (صحیح ترین سندیں) قرار دیا ہے:

احمد (بن حنبل) اور اسحاق (بن راہویہ) سے روایت ہے: ”الزہری عن سالم عن أبيه“ اصح الاسانید ہے۔<sup>(۱)</sup>

علی بن المدینی اور (عمر بن علی) الفلاس نے کہا: ”محمد بن سیرین عن عبیدہ عن علي“ اصح الاسانید ہے۔<sup>(۲)</sup>

یحییٰ بن معین نے کہا: ”الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود“ اصح الاسانید ہے۔<sup>(۳)</sup>

(امام محمد بن اسماعیل) البخاری سے روایت ہے کہ ”مالك عن نافع عن ابن عمر“

(۱) قول احمد (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۵۴ ج ۹/ اس کی سند حسین بن عبداللہ الصیرفی اور محمد بن عباس الدوری الحنفی دونوں کے مچھول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

قول اسحاق بن راہویہ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۴ وعمر الخطیب فی الکفایہ ص ۳۹۷، یہ سند ضعیف ہے۔ اس میں محمد بن سلیمان بن خالد الدالانی راوی کی توثیق معلوم نہیں ہے۔)

(۲) قول علی بن المدینی (معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۴، یہ سند ضعیف ہے۔ حسین بن عبداللہ الصیرفی اور محمد بن العباس الدوری دونوں کی توثیق نامعلوم ہے)

قول عمرو بن علی الفلاس (معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۴، یہ قول ثابت نہیں ہے۔ خلف بن محمد الخیام مجروح ہے۔ دیکھئے الارشاد للخلیلی ص ۲۳، ۹۷، ۹۸، ۹۹ اور محمد بن حرث البخاری کی توثیق مطلوب ہے)

(۳) قول یحییٰ بن معین (معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۴، یہ سند ضعیف ہے، اس میں حسین بن عبداللہ الصیرفی اور محمد بن العباس الدوری کی توثیق نامعلوم ہے)

صحیح الاسانید ہے۔<sup>(۱)</sup>  
بعض (ابو منصور عبدالقادر بن طاہر التیمی) نے (اس میں) اضافہ کیا کہ ”الشافعی عن مالک (عن نافع عن ابن عمر)“ صحیح الاسانید ہے، اس لئے کہ وہ (امام شافعی امام) مالک کے شاگردوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔<sup>(۲)</sup>

[صحیح حدیثیں سب سے پہلے کس نے جمع کیں؟]

فائدہ: سب سے پہلے (امام) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری نے صحیح حدیث جمع کرنے کے لئے توجہ کی پھر ان کے ساتھی اور شاگرد (امام) ابوالحسن مسلم بن الحجاج النیسابوری اُن کے نقش قدم پر چلے اور یہ دو کتابیں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔

بخاری کو زیادہ ترجیح حاصل ہے کیونکہ انھوں نے اپنی اس کتاب میں روایت حدیث کی یہ شرط لگائی ہے کہ راوی اپنے استاد کا معاصر ہو اور اس کا اپنے استاد سے سماع بھی ثابت ہو۔ (امام) مسلم نے دوسری شرط نہیں لگائی بلکہ انھوں نے صرف معاصرت پر ہی اکتفا کیا ہے۔ یہاں سے اس اختلاف کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ حاکم کے استاد ابوعلی النیسابوری<sup>(۳)</sup> اور علمائے مغرب (اندلس و مراکش کے علماء) کے برعکس صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔

پھر (یاد رکھیں کہ) بخاری و مسلم نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ تمام کی تمام صحیح احادیث روایت

(۱) الکفایۃ للخطیب (ص ۳۹۸ و سندہ صحیح) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۰/۳۸۳ و سندہ صحیح) معرفۃ علوم الحدیث (ص ۵۳ و سندہ حسن)

(۲) ابو منصور کا یہ قول ابن الملقن نے بغیر کسی حوالے کے المقنع فی علوم الحدیث (۱/۴۶۱) میں نقل کیا ہے۔!

(۳) ابوعلی النیسابوری کا یہ قول صحیح سند کے ساتھ تاریخ الاسلام للذہبی (۲۵/۴۲۱) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۰۸/۱۶) میں موجود ہے۔

کردیں گے کیونکہ انھوں نے ایسی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے جو ان دونوں کی کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں موجود نہیں ہیں۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ (امام) بخاری سے ایسی احادیث کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں موجود نہیں ہیں بلکہ سنن (ترمذی و سنن ابی داؤد) وغیرہ میں موجود ہیں۔<sup>(۱)</sup>

### [ صحیحین میں احادیث کی تعداد ]

ابن الصلاح نے کہا: مکرر روایات کے ساتھ صحیح بخاری کی تمام احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچتر (۷۲۷۵) ہے اور تکرار کے بغیر چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔  
صحیح مسلم کی تمام روایات کی تعداد، تکرار کے بغیر چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔<sup>(۲)</sup>

### [ صحیحین پر زیادات ]

حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب بن الاخرم (النیسا بوری) نے کہا: بخاری و مسلم سے بہت

(۱) اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث کے ساتھ روایت کردہ جتنی احادیث ہیں وہ امام بخاری و امام مسلم کے نزدیک صحیح ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ جو صحیح احادیث موجود ہیں وہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ بخاری و مسلم نے تمام صحیح حدیثوں کی روایت کے استیعاب کا قطعاً دعویٰ نہیں کیا لہذا بعض لوگوں کا بعض حدیثوں پر جرح کرتے ہوئے یہ کہنا کہ ”بخاری و مسلم نے انھیں روایت نہیں کیا“ یا بعض راویوں پر جرح کر دینا کہ ”ان سے بخاری و مسلم نے روایت نہیں لی“ غلط اور مردود ہے۔ ہر وہ روایت صحیح ہے جو جمہور محدثین کے اصول یا تصریح پر صحیح ہو اور اسی طرح ہر وہ راوی ثقہ و حسن الحدیث ہے جسے جمہور محدثین نے ثقہ و حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

(۲) نواد عبد الباقی کی ترقیم کے مطابق صحیح بخاری کی تمام روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے جس میں مکرر روایات بھی شامل ہیں اور صحیح مسلم کی تمام روایات کی تعداد ۳۰۳۳ ہے۔ مکتبہ دار السلام کی ترقیم کے مطابق صحیح مسلم کی تمام روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے جس میں مکرر روایات بھی شامل ہیں۔ نواد عبد الباقی کی یہ تقسیم بین الاقوامی طور پر علماء، طلباء اور عوام میں مشہور ہے۔



کم صحیح احادیث رہ گئی ہیں۔<sup>(۱)</sup>

اس پر ابن الصلاح نے اُن سے مناقشہ (مخالفت) کیا ہے کیونکہ حاکم نے ان دونوں پر بہت سی احادیث میں استدراک کیا ہے، اگرچہ بعض استدراک میں کلام ہے لیکن بہت سی روایتیں (کلام سے بچ کر) بے غبار ہیں۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: اس (مناقشے) میں نظر ہے کیونکہ وہ (حاکم) بخاری و مسلم پر ایسی احادیث کی روایت لازم قرار دیتے ہیں جو ان کے نزدیک ضعیف راویوں اور معلول ہونے کی وجہ سے لازم نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

بہت سی کتابیں صحیحین پر بطور تخریج لکھی گئی ہیں مثلاً:

صحیح ابی عوانہ (الاسفرانی) صحیح ابی بکر الاسماعیلی (المستخرج) صحیح البرقانی اور صحیح ابی نعیم الاصبہانی (المستخرج) وغیرہ، ان کتابوں میں مفید زیادات (اضافے) اور بہترین سندیں پائی جاتی ہیں۔ دوسری کتابیں جن کے مصنفین نے صحت کا التزام کیا ہے مثلاً:

صحیح ابن خزمیہ اور صحیح ابن حبان، یہ (حاکم کے) المستدرک سے بہتر ہیں، ان کی سندیں اور متون بھی صاف (و بہترین) ہیں۔ اسی طرح مسند امام احمد میں ایسی بہت سی سندیں اور متون پائے جاتے ہیں جو مسلم بلکہ بخاری (کی روایتوں) کے برابر ہیں اور صحیحین یا کسی ایک میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو کتب اربعہ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی موجود نہیں ہیں۔

اسی طرح طبرانی کی المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں، مسند ابی یعلیٰ (الموصلی) و مسند البرزازی اور دوسری مسانید، معاجم، فوائد و اجزاء میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں جنہیں اس علم (حدیث) کا ماہر راویوں کی تحقیق اور علتِ قاعدہ سے سلامتی معلوم کرنے کے بعد صحیح قرار دیتا ہے۔ اس کا یہ اقدام (صحیح روایت کو صحیح قرار دینا) جائز ہے اگرچہ اس سے پہلے کسی حافظِ حدیث (محدث

(۱) اس قول کا حوالہ یا سند معلوم نہیں ہے۔

وعالم) نے اسے صحیح قرار نہ دیا ہو۔ اس میں (ہم نے) شیخ ابوزکریا یحییٰ النوی کی موافقت (کی) ہے اور شیخ ابو عمرو (بن الصلاح کی) مخالفت (کی) ہے۔

حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی نے اس کے بارے میں ایک کتاب ”المختارۃ“ لکھی ہے لیکن یہ مکمل نہیں ہے۔ ہمارے اساتذہ میں سے بعض حفاظ حدیث (ابن تیمیہ) اسے مستدرک حاکم پر ترجیح دیتے تھے۔ واللہ اعلم

شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے مستدرک میں حاکم (کے طریقے) پر کلام کیا ہے، وہ کہتے ہیں: شرط صحیح میں حاکم لمبے قدم بھرنے والے اور اس پر حکم لگانے میں متساہل ہیں، بہتر یہ ہے کہ جس حدیث پر (انھوں نے صحیح کا حکم لگایا ہے، اگر اس کی) دوسرے اماموں سے تصحیح نہ ملے تو ان کے بارے میں درمیانہ راستہ اختیار کیا جائے۔ اگر یہ صحیح نہ ہو تو قابل حجت حسن (ضرور) ہے، سوائے اس کے کہ اس میں ایسی علت ظاہر ہو جائے جس سے اس روایت کا ضعف لازم آتا ہے۔ میں (ابن کثیر) نے کہا: (حاکم کی) اس کتاب میں حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اس میں صحیح روایتیں ہیں جو تھوڑی ہیں، اس میں ایسی صحیح روایتیں بھی ہیں جنہیں بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں بیان کر رکھا ہے (لیکن) حاکم کو اس کا پتا نہیں چلا۔ اس میں حسن، ضعیف اور موضوع روایتیں بھی ہیں۔ ہمارے استاذ (حافظ) ابو عبد اللہ الذہبی نے اسے (تلخیص المستدرک میں) مختصر کیا ہے، انھوں نے ان سب روایات (صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع وغیرہ) کو واضح کر دیا ہے۔ انھوں نے مستدرک میں پائی جانے والی موضوع روایات پر ایک بڑا جزء لکھا ہے، جو کہ ایک سوا حدیث کے قریب ہے۔ واللہ اعلم

[موطأ مالک]

تنبیہ: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کا قول کہ ”مجھے ایسی کسی علمی کتاب کا علم نہیں ہے جو مالک کی کتاب سے زیادہ صحیح ہو“<sup>(۱)</sup>

(۱) تقدیمہ الجرح والتعديل (ص ۱۲) و آداب الشافعی لابن ابی حاتم (ص ۱۵۰) بلفظ: ”ما فی الأرض کتاب من العلم أكثر صواباً من موطأ مالک“ وسندہ صحیح، ورواہ البیہقی فی مناقب الشافعی (۱/۵۰۷) نحوہ وسندہ صحیح

انہوں نے یہ قول صحیح بخاری و صحیح مسلم (کے وجود) سے پہلے کہا ہے۔  
اس زمانے میں بہت سی کتابیں سنن (احادیث) میں لکھی گئی تھیں۔ ابن جریج، ابن اسحاق (امام المغازی) کی ”السیرۃ“ کے علاوہ کتابیں، ابو قریہ موسیٰ بن طارق الرّیّیدی کی کتاب اور مصنف عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ، (امام) مالک کی کتاب موطأ ان سے جلیل القدر اور عظیم ترین فوائد والی تھی، اگرچہ ان میں سے بعض کتابیں موطأ سے حجم اور کثرت احادیث کے لحاظ سے بڑی تھیں۔

(خلیفہ) المنصور نے امام مالک سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ لوگوں کو ان کی کتاب پر اکٹھا کرنا چاہتے ہیں تو امام مالک نے اسے قبول نہیں کیا، یہ ان کے کمال علم اور انصاف سے متصف ہونے کی دلیل ہے۔

امام مالک نے فرمایا: لوگوں نے ایسی چیزیں جمع کی ہیں اور ان روایات پر مطلع ہوئے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔<sup>(۱)</sup>

لوگوں نے آپ کی کتاب الموطأ پر پوری توجہ دی اور اس پر بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سب سے بہترین شیخ ابو عمر بن عبد البر النّعمری القرطبی رحمہ اللہ کی دو کتابیں ”التمہید“ اور ”الاستدکار“ ہیں۔

یہ (کلام) اس کے ساتھ ہے کہ موطأ میں متصل صحیح احادیث، مرسل و منقطع روایات اور ایسی بلاغات ہیں جو کہ بہت کم طور پر با سند ملتی ہیں۔

[سنن ترمذی و سنن نسائی پر لفظ صحیح کا استعمال]

حاکم ابو عبد اللہ (النیساوری) اور خطیب بغدادی دونوں ترمذی کی کتاب کو ”الجامع

(۱) دیکھئے کشف المغطا فی فضل الموطأ لابن عساکر (ص ۲۷) والانتقاء لابن عبد البر (ص ۴۰)

خلیفہ کا امام مالک سے موطأ کے نفاذ کا قصہ صحیح ہے لیکن محمد بن عمر الواقدی (کذاب متروک) کی روایت مردود ہے۔ صاحب کتاب نے واقدی کی روایت نقل کر رکھی ہے۔ واللہ اعلم

الصحيح“ کہتے تھے اور یہ ان کا تساہل ہے کیونکہ اس میں بہت سی منکر روایتیں ہیں۔<sup>(۱)</sup>  
حافظ ابوعلی بن السکن اور خطیب بغدادی کا سنن نسائی کو صحیح کہنا محل نظر ہے اور یہ کہنا کہ  
ان کی شرط صحیح مسلم سے زیادہ سخت ہے، قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ اس میں ضعیف، معلول اور  
منکر روایتیں ہیں جیسا کہ ہم نے (اپنی کتاب) الاحکام الکبیر میں تنبیہ کی ہے۔

[مسند امام احمد]

حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی کا مسند امام احمد کے بارے میں یہ کہنا کہ ”یہ صحیح ہے“  
[خصائص المسند للمدینی ص ۲۴] ضعیف قول ہے کیونکہ اس (مسند) میں ضعیف بلکہ موضوع  
روایتیں موجود ہیں جیسے فضائل مرو [مسند احمد ۵/۳۵۷] شہداء عسقلان [مسند احمد ۳/۲۲۵]  
اور حمص کے نزدیک البرث الاحمر (سرخ ہموار زمین) [مسند احمد ۱۹/۱۹۱] وغیرہ کی روایات  
جیسا کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

مسند احمد کے مقابلے میں کثرت روایات اور حسن سیاق (بہترین روایات کے لحاظ سے)  
کوئی مسند نہیں ہے، اس کے باوجود امام احمد سے اس کتاب میں بہت سی حدیثیں رہ گئی ہیں  
بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھیں دو سو (۲۰۰) کے قریب صحابہ کی روایات نہیں پہنچیں جن کی  
روایات صحیحین میں ہیں۔

[کتب خمسہ وغیرہ]

اسی طرح حافظ ابوطاہر السلفی کا اصول خمسہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن  
ترمذی اور سنن النسائی کے بارے میں یہ کہنا کہ ”ان کے صحیح ہونے پر علمائے مشرق و مغرب  
کا اتفاق ہے۔“<sup>(۲)</sup> ان کا تساہل ہے اور اس کا ابن الصلاح وغیرہ نے رد کیا ہے۔

(۱) حاکم نے نسائی پر صحیح کا لفظ مستدرک حدیث صلاۃ التبیح کے تحت کیا ہے (۱۱۹۲ ج ۳۱۸/۱) حالانکہ حاکم کی  
ذکر کردہ حدیث سنن نسائی میں موجود نہیں ہے جیسا کہ ابن الملقن نے البدیع المنیر میں وضاحت کی ہے۔ خطیب  
نے نسائی پر صحیح کا اطلاق تاریخ بغداد (۲۴۰/۱ ت ۵۷) میں کیا ہے۔ ابن السکن کے قول کا حوالہ معلوم نہیں ہے۔  
(۲) حوالہ معلوم نہیں ہے۔

ابن الصلاح نے کہا: اور اس کے ساتھ یہ (اصول خمسہ) کتب مسانید مثلاً مسند عبد بن حمید، مسند (سنن) الدارمی، مسند احمد بن حنبل، مسند ابی یعلیٰ، مسند الزہار، مسند ابی داود الطیالسی، مسند حسن بن سفیان، مسند اسحاق بن راہویہ اور مسند عبید اللہ بن موسیٰ وغیرہ سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں کیونکہ یہ (مسانید والے) ہر صحابی سے وہ روایت ذکر کر دیتے ہیں جو ان تک پہنچتی ہے۔

### [ صحیحین کی معلق روایتیں ]

شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے صحیح بخاری میں پائی جانے والی معلق روایات پر کلام کیا ہے۔ صحیح مسلم میں بھی معلق روایات ہیں لیکن (بہت) تھوڑی ہیں، کہا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں چودہ (۱۴) معلق روایتیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسے (امام) بخاری نے صیغہ جزم سے بیان کیا ہے وہ اپنے قائل و فاعل تک (بخاری کے نزدیک) صحیح ہے پھر دوسری روایتوں میں تحقیق کی جاتی ہے، اس میں صیغہ تمریض سے جو روایتیں ہیں ان سے نہ صحت معلوم ہوتی ہے اور نہ ضعف لازم آتا ہے کیونکہ ان میں سے بعض روایات صحیح ہیں اور بعض کو (امام) مسلم نے روایت کیا ہے۔

تعلیقات میں سے جو روایتیں صحیح ہیں وہ باسند صحیح کے درجے پر نہیں ہیں کیونکہ انھوں (امام بخاری) نے اپنی کتاب کا نام ”الجامع المسند الصحيح المختصر فی أمور رسول اللہ ﷺ و سننہ و آیامہ“ رکھا ہے۔

جب (امام) بخاری: ”اس نے ہمیں بتایا“ یا ”فلاں نے مجھے یہ بتایا“ یا ”مجھے یہ الفاظ زیادہ بیان کئے“ کہیں تو اکثر (جمہور) کے نزدیک یہ متصل (کے حکم میں) ہے۔ ابن الصلاح نے بعض مغربیوں (اہل اندلس وغیرہ) سے نقل کیا ہے کہ یہ بھی تعلیق ہے، اسے وہ (امام بخاری) اعتماد کے لئے نہیں بلکہ استشہاد کے لئے نقل کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اسے مذاکرے میں سنا ہو۔

ابن الصلاح نے اس بات کو رد کرتے ہوئے حافظ ابو جعفر (احمد) بن حمدان (بن علی بن

(۱) اسے ذہبی نے بحوالہ حاکم نقل کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/۳۰۰) حاکم سے شیخ الاسلام ابن حجر ان تک سند صحیح ہے۔ شیخ کی کتاب جب طالب علم لکھ یا لکھوا کر شیخ پر پیش کر کے ان سے روایت حدیث کی اجازت لے لیتا ہے تو اسے عرض کہتے ہیں، شیخ اپنے شاگرد کو جو کتاب دیتا ہے تو اسے مناولہ کہتے ہیں۔

(۲) یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ عبد اللہ بن یوسف الجدلج کی کتاب احادیث ذم الغناء والمعازف فی المیزان ص ۲۲۳ تا ۲۵۲

اس مسئلے میں شیخ محیی الدین النووی نے (اپنی کتاب التقریب ص ۴۰ میں) مخالفت کی ہے اور کہا ہے: ”اس سے قطعی الصحت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔“

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: میں اس مسئلے میں ابن الصلاح کے ساتھ ہوں، انھوں نے جو کہا اور راہنمائی کی ہے (وہی صحیح ہے)۔ واللہ اعلم

حاشیہ: اس کے بعد مجھے ہمارے استاذ علامہ ابن تیمیہ کا کلام ملا جس کا مضمون یہ ہے:

جس حدیث کو (ساری) اُمت کی (بالاجماع) تلقی بالقبول حاصل ہے، اُس کا قطعی الصحت ہونا ائمہ کرام کی جماعتوں سے منقول ہے۔ اُن میں قاضی عبدالوہاب المالکی، شیخ ابو حامد الاسفرائینی، قاضی ابوالطیب الطبری اور شافعیوں میں سے شیخ ابواسحاق الشیرازی، حنابلہ میں سے (ابوعبداللہ الحسن) ابن حامد (البغدادی الوراق) ابویعلیٰ ابن الفراء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی اور ان جیسے دوسرے علماء، حنفیہ میں سے شمس الائمہ السرخسی سے یہی بات منقول ہے (کہ تلقی بالقبول والی احادیث قطعی الصحت ہیں)

ابن تیمیہ نے کہا: ”اشاعرہ (اشعری فرقہ) کے جمہور متکلمین مثلاً ابواسحاق الاسفرائینی اور ابن فُورک کا یہی قول ہے۔“

انھوں (ابن تیمیہ) نے کہا: ”اور یہی تمام اہل حدیث (محدثین کرام اور اُن کے عوام) اور عام سلف صالحین کا مذہب (دین) ہے۔“

یہ بات ابن الصلاح نے بطور استنباط کہی تھی جس میں انھوں نے ان اماموں کی موافقت کی ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) اس کی تائید و تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ”صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ“ ص ۱۱-۱۸

(۲) معلوم ہوا کہ صحیحین کی احادیث کو نقلی کہنا غلط ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

تذکرۃ الاعیان

## امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ

موطاً امام مالک کے مصنف اور مدینہ طیبہ کے مشہور امام مالک رحمہ اللہ کا مختصر و جامع تذکرہ پیش خدمت ہے:

نام و نسب: ابو عبد اللہ مالک بن انس بن ابی عامر بن عمرو الاصحی المدنی رحمہ اللہ  
پیدائش: ۹۳ھ یا ۹۴ھ بمقام مدینہ طیبہ

اساتذہ: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری، نافع مولیٰ ابن عمر، ایوب السخینی، جعفر بن محمد الصادق، حمید الطویل، زید بن اسلم، ابو حازم سلمہ بن دینار، ہشام بن عروہ اور عبد اللہ بن دینار وغیرہم

توثیق: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”ثقة“ (تقدمہ الجرح والتعديل ص ۱۶، وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”مالک أثبت في كل شيء“ مالک ہر چیز میں ثقہ ہیں۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۳۴۹/۲ رقم: ۲۵۴۳)

اور فرمایا: مالک (روایت حدیث میں) حجت ہیں۔ (سوالات المروزی: ۴۵)

ابوحاتم الرازی نے کہا: ”ثقة إمام أهل الحجاز وهو أثبت أصحاب الزهري...“  
اہل حجاز کے امام ہیں اور زہری کے شاگردوں میں سب سے ثقہ ہیں۔ (الجرح والتعديل ۱/۷)  
علی بن عبد اللہ المدینی نے فرمایا: مالک صحیح الحدیث ہیں۔ (تقدمہ الجرح والتعديل ص ۱۲، وسندہ صحیح)  
حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: آپ ۹۳ یا ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (۴۵۹/۷)  
عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ مشہور ثقہ ثبت حافظ سے پوچھا گیا: مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے مالک بن انس کو ابو حنیفہ سے بڑا عالم کہا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے یہ بات نہیں کہی بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ ابو حنیفہ کے استاذ یعنی حماد (بن ابی سلیمان) سے بڑے عالم ہیں۔ (الجرح والتعديل ۱/۱۱، وسندہ صحیح)



یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: مالک حدیث میں امام تھے۔ (تقدیم الجرح والتعديل ص ۱۴، وسندہ صحیح)  
امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب مالک سے حدیث آجائے تو  
اسے مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لو۔ (تقدیم ص ۱۴، وسندہ صحیح)

امام شعبہ نے فرمایا: میں مدینہ میں داخل ہوا اور نافع زندہ تھے اور مالک کا حلقہ قائم تھا۔

(الجرح والتعديل ص ۲۶۱، وسندہ صحیح)

امام نافع رحمہ اللہ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے اور اس وقت امام مالک کی عمر ۲۳ یا ۲۴ سال تھی یعنی  
جوانی میں ہی آپ کی امامت و تدريس قائم ہو گئی تھی۔

امام مالک کی توثیق و تعریف پر اجماع ہے۔ آپ کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم،  
صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن الجارود، صحیح ابی عوانہ، سنن اربعہ، کتاب الام للشافعی،  
مسند احمد اور مسلمانوں کی دیگر بڑی کتب حدیث میں موجود ہیں۔

الموطأ: امام شافعی رحمہ اللہ نے (صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تصنیف سے پہلے) فرمایا: رُوئے  
زمین پر علمی کتابوں میں موطأ مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

(الجرح والتعديل ص ۱۲۱، وسندہ صحیح)

موطأ امام مالک کا ذکر صحیح ابن خزیمہ (۱۴۰) اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۵۶۳۸، دوسرا نسخہ  
۵۶۶۷) وغیرہ میں کثرت سے موجود ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے امام مالک کی کتاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے  
فرمایا: ”ما أحسن لمن تدین به“ جو شخص دین پر چلنا چاہتا ہے، اُس کے لئے کتنی اچھی  
کتاب ہے۔ (كشف المعطانی فضل الموطأ لابن عساکر ص ۴۱ وسندہ حسن، نیز دیکھئے الاستذکار ۱۲/۱، ۱۳)

تلامذہ: سعید بن منصور، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبہ، عبد اللہ بن ادریس، عبد اللہ  
بن المبارک، قعنبنی، عبد اللہ بن وہب، اوزاعی، عبد الرحمن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان،  
ابن جریج، قتیبہ بن سعید، شافعی، کعب اور امام فزاری وغیرہم۔

وفات: ۱۷۹ھ بمقام مدینہ طیبہ

حافظ ندیم ظہیر

احسن الحدیث

مال و اولاد کے ذریعے سے آزمائش

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ (التغابن: ۱۵)

فقہ القرآن:

☆ اس آیت مبارکہ میں اولاد اور مال کو آزمائش قرار دیا گیا ہے کیونکہ عام طور پر یہی انسان کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

☆ مال اور اولاد سے محبت ایک فطری جذبہ ہے، اگر یہ محبت شریعت کے تابع رہے تو عند اللہ اجر و ثواب کا ذریعہ ہے لیکن اگر یہ محبت حلال و حرام کا فرق ختم کر دے، فرائض سے غافل اور خرافات و منکرات کی طرف لے جائے تو یہ نہ صرف ایک مذموم عمل ہے بلکہ آخرت میں ذلت و رسوائی کا باعث بھی ہے۔

☆ قرآن مجید میں عموماً مال و اولاد کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ شدید تنبیہ بھی فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہنا۔ (التغابن: ۱۴)

نیز فرمایا: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں تو وہی خسارہ پانے والے ہیں۔ (المنافقون: ۹)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ، مَجْبَنَةٌ، مُحْزَنَةٌ)) اولاد انسان کے بچل، بزدلی اور حزن و ملال کا باعث ہے۔ (ابن ماجہ: ۳۶۶۶، حاکم ۱۶۴۳، واللفظ لہ، احمد ۱۷۴۴، حسن)

☆ جو لوگ مال و اولاد کی محبت کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی معصیت سے ہمہ وقت اپنے دامن کو بچاتے ہیں تو ان خوش قسمتوں کے لئے ارشاد ہے:

”اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

حافظ زبیر علی زئی

ہدیۃ المسلمین

## آمین بالجہر

(۱۶) عن وائل بن حجر أنه صلى خلف رسول الله ﷺ فجهر بآمين . إلخ  
وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی۔ الخ (سنن ابی داود ۱۴۲۱ ح ۹۳۳، مع العون ۳۵۲/۱ وسندہ حسن)  
اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وسندہ صحيح (الخصائص الجبر ۲۳۶/۱)  
فوائد: ① اس حدیث اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہری نماز میں امام ومقتدی دونوں آمین بالجہر کہیں گے۔

② آمین بالجہر کی حدیث متواتر ہے۔

(دیکھئے کتاب الاول من کتاب التمییز للامام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ، صاحب الصحیح ص ۴۰)

③ جس روایت میں (سراً) آمین کا ذکر آیا ہے، امام شعبہ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ اگر امام شعبہ کے وہم والی روایت کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سری نماز میں خفیہ آمین کہنی چاہئے۔

⑤ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اونچی آواز کے ساتھ آمین کہنا ثابت ہے۔ (صحیح البخاری قبل ج ۸۰)  
کسی صحابی سے باسند صحیح، عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا رد کرنا ثابت نہیں ہے لہذا آمین بالجہر کی مشروعیت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (دیوبندی تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں اونچی آواز سے لاؤڈ سپیکر میں دعا اور اونچی آمین کہنے والے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ کہنی چاہئے۔ اسے کہتے ہیں ”اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت“!)

⑥ صحیح مسلم والی حدیث ”جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو“ آمین بالجہر کی دلیل ہے، دیکھئے تبویب صحیح ابن خزیمہ (۲۸۶/۱ ح ۵۶۹) وغیرہ، کسی محدث نے اس سے آمین بالسر کا مسئلہ کشید نہیں کیا، ظاہر ہے کہ محدثین کرام اپنی روایات کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔